حضرت مولانا محمد عبدالغفور رمضان پوری بہاریؒ قسط نمبر ۲

مُفیدُ الاَحْنَاف

ایک ـــ صُورتِ ـــ ایتلاف

سوال

آمین بالجہر کسی کتاب فقہ مذہب حنفی سے ثابت ہے یا نہ۔

جواب

ثابت ہے۔ امام ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے:۔

"و لو کان الی فی ھذا شیٔ لو فقت بان روایۃ الخفض یراد بہا عدم القرع العنیف وروایۃ الجھر بمعنی قولہا فی زیر الصوت و ذیلہا ا ھ"

کہ اگر میری طرف اس میں کوئی شے ہوتی (یعنی اگر اس کا فیصلہ میرے سپرد کیا جائے) تو میں یوں مطابقت دیتا کہ آہستہ کہنے کی روایت سے مراد یہ ہے کہ کڑک سخت نہ ہو اور روایت جہر کی بمعنی کہنے آمین کے بیچ نرم آواز و ذیل اس کے۔"

اور امیر ابن الحاج نے حلیہ شرح منیۃ المصلی میں تحریر کیا ہے:۔

"و رجح مشائخنا للمذھب بما لا یعری عن شیٔ لمتاملہ فلا جرم ان قال شیخنا ابن الھمام و لو کان الی شی لو فقت بان روایۃ الخفض یراد بہا عدم القرع العنیف و روایۃ الجھر بمعنی قولہا فی زیر الصوت و ذیلہا اھ"

"ترجیح دی ہے ہمارے مشائخ نے اس کو واسطے مذہب کے ساتھ اس چیز کے کہ نہیں خالی ہے کسی چیز سے واسطے تامل کرنے والے اس کے پس ضرور ہے جو کہا ہمارے شیخ ابن الہمامؒ نے کہ اگر ہوتی ہماری طرف کوئی شی البتہ مطابقت دینا میں اس طرح پر کہ روایت آہستہ کہنے سے ارادہ کیا جاتا ہے کہ کڑک سخت نہ ہوا اور روایت بآواز کہنے کی بمعنی کہنے اس کے ہے بیچ آواز نرم اور ذیل اس کے۔"

اور مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی نے ارکانِ اربعہ میں لکھا ہے:۔

"ولم یرد فیہ الا مارواہ الحاکم عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا بلغ ولا الضالین قال امین واخفی بہا صوتہ وھو ضعیف الخ

نہیں آیا ہے آمین آہستہ کہنے میں مگر وہ کہ روایت کی حاکم نے علقمہ بیٹے وائل سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے یہ کہ نماز پڑھی انہوں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس جبکہ پہنچے ولا الضالین پر کہا آپؐ نے آمین اور پست کیا آمین کہنے میں آواز اپنی کو اور یہ روایت ضعیف ہے۔

لکھ کر یہ تحریر کیا:۔

ولکن الامر فیہ سہل فان السنۃ التامین اما الجہر والاخفاء فندب اھ

اور لیکن بات اس میں آسان ہے اس لیے کہ سنت آمین کہنا ہے۔ لیکن بآواز کہنا یا آہستہ پس مستحب ہے۔"

اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے:۔

"فعلی ھذا سنیۃ الاتیان بہا تحصل ولو مع الجہر ابو سعود اھ

پس سنت اس بنا پر آمین کہنے کی حاصل ہوتی ہے اگرچہ ساتھ آواز کے ہو۔"

اور مولانا عبد الحیؒ نے تعلیق المجد میں لکھا ہے:۔

"والانصاف ان الجهر قوی من حیث الدلیل" اھ

انصاف یہ ہے کہ آمین بآواز کہنا قوی ہے باعتبار دلیل کے۔"

اور سعایہ میں مولانا ممدوح فرماتے ہیں:۔

"فوجدنا بعد التأمل والامعان القول بالجهر بآمين هو الاصح لكونه مطابقا لما روى عن سيد بنى عدنان وروایة الخفض عنه صلى الله عليه وسلم ضعيفة لا توازى روايات الجهر ولو صحت وجب ان تحمل على عدم القرع العنيف كما اشار اليه ابن الهمام واى ضرورة داعية الى حمل روايات الجهر على بعض الاحيان او الجهر للتعليم مع عدم ورود شئ من ذلك فى رواية والقول بانه كان فى ابتداء الامر ضعيف لان الحاكم قد صححه من رواية وائل بن حجر وهو انما اسلم فى اواخر الامر كما ذكره ابن حجر فى فتح البارى واما اثر ابراهيم النخعى ونحوه فلا توازى الروايات المرفوعة

تو بعد تامل اور غور کرنے کے ہم نے پکار کر آمین کہنے ہی کو صحیح پایا ہے کیونکہ وہ سیّد بنی عدنان یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مروی ہے اس کے مطابق ہے اور پست آواز کی روایت ضعیف ہے، پکار کر کہنے کی روایتوں کا لگا نہیں کھا سکتی اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو خوب کڑک کر نہ کہنے پر محمول کرنا واجب ہوگا جیساکہ ابن ہمام نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور کوئی ضرورت نہیں ہے کہ روایاتِ جہر کو بعض اوقات یا تعلیم پر محمول کیا جائے، باوجودیکہ یہ کسی روایت میں نہیں آیا اور یہ کہنا کہ جہر ابتداء امر میں تھا ضعیف ہے اس لیے کہ حاکم نے اس کو وائل بن حجر کی روایت سے جو صحیح کہا ہے وائل صحابی آخر زمانہ آنحضرت میں ایمان لائے ہیں جیساکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے اور ابراہیم نخعی اور مثل ان کے سے جو خفیہ کہنا منقول ہے تو ایسے اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے :۔

"و الظاهر الحمل على كلا العملين تارة نتارة
ظاہر حمل کرنا ہے اوپر دونوں عمل آہستہ و آواز کے کبھی وہ کبھی یہ۔"

سوال

نماز فرض میں بعد سورہ فاتحہ کے دو سورہ پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں ؟

جواب

نہیں۔ ردالمختار کے صفحہ ۵۱۳ میں ہے :۔

"ففي جامع الفتاوى روى الحسن عن ابي حنيفةؒ انه قال لا احب ان يقرء سورتين بعد الفاتحة فى المكتوبات و لو فعل لا يكره و فى النوافل لا باس به

کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ روایت کی حسن نے ابوحنیفہؒ سے یہ کہ فرمایا نہیں پسند کرتا ہوں میں پڑھنا دو سورت کا بعد فاتحہ کے نماز فرض میں اور اگر کیا کسی نے مکروہ نہیں اور نوافل میں مضائقہ نہیں۔"

سوال

امام کو سمع اللہ لمن حمدہٗ کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد ملانا جائز ہے یا نہ ؟

جواب

جائز ہے ردالمختار کے صفحہ ۵۱۹ میں ہے :۔

"و قالا يضم التحميد سرا هو رواية عن الامام ايضا و اليه مال الفضلى و الطحاوى و جماعة من المتاخرين معراج عن الظهيرية و اختاره فى الحاوى القدسى و مشى عليه فى نور الايضاح" اھ

یعنی کہا صاحبینؒ نے ملاوے امام ربنا لک الحمد کو آہستہ اور وہ روایت ہے امام ابوحنیفہؒ سے بھی اور اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں فضلی و طحاوی اور ایک جماعت متاخرین کی یہ معراج میں

عہ لعله سقط لفظ فى، نسياقه فى معراج عن الظهيرية ۱۲ (الادارة)

ہے منقول ظہیریہ سے اور اختیار کیا اس کو حاوی قدسی میں اور چلا اسی پر نورالایضاح میں۔"

اور عمدۃ الرعایہ میں ہے:

"والذی ذھب الیه الجمھور وابو یوسف ومحمد وروی عن ابی حنیفة رحمه الله ان الامام ایضاً یقول ربنا لك الحمد سرا بعد التسمیع واختارہ الفضلی والطحاوی والشرنبلالی وصاحب المنیة وعامة المتاخرین من اصحابنا وھو الاصح الموافق لما ثبت عنه صلی الله علیه وسلم انه کان یقول بعد سمع الله لمن حمدہ ربنا لك الحمد الخ

اور جو کہ گئے اس کی طرف جمہور اور ابو یوسف اور محمد اور روایت کیا گیا ہے ابو حنیفہؒ سے بھی یہ ہے کہ امام بھی کہے ربنا لك الحمد آہستہ بعد سمع الله لمن حمدہٗ کے اور اختیار کیا اس کو فضلی اور طحاوی و شرنبلالی و صاحب منیہ و عامہ متاخرین نے ہمارے اصحاب سے اور وہ صحیح تر موافق ہے اس کے جو ثابت ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ کہتے تھے بعد سمع الله لمن حمدہٗ کے ربنا لك الحمد۔"

سوال

رفع یدین سنت وجائز ثابت ہے یا نہ۔

جواب

ثابت ہے مولانا عبدالعلی نے ارکان اربعہ میں لکھا ہے:

"ان ترك فھو حسن وان فعل فلا باس به" اھ

اگر چھوڑے رفع یدین کو پس وہ حسن ہے اور اگر کرے رفع یدین پس نہیں مضائقہ ہے ساتھ اس کے"

اور مولانا عبدالحیؒ نے تعلیق الممجد میں تحریر فرمایا ہے:

"ولو رفع لا تفسد صلاته کما فی الذخیرة وفتاوی الولوالجی وغیرھما من الکتب المعتمدة" اھ

اور اگر رفع یدین کیا نہیں فاسد ہو گی نماز اس کی جیسا کہ ذخیرہ اور فتاوی الولوالجی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے۔"

اور مولانا ممدوح مغفور نے سعایہ ص ۲۱۳ میں لکھا ہے:

"والحق انه لا شك فى ثبوت رفع اليدين عند الركوع والرفع منه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وكثير من اصحابه بالطرق القوية والاخبار الصحيحة"

اور حق یہ ہے کہ شک نہیں ہے ثبوت رفع یدین میں وقت رکوع اور کھڑے ہونے کے رکوع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بہتیرے اصحاب سے ان کے ساتھ طریقوں قویہ اور خبروں صحیحہ کے۔"

اور محی الدین ابن عربی سے دراسات اللبیب میں نقل کیا گیا ہے:

"رفع اليدين فى كل رفع وخفض اه" اٹھانا دونوں ہاتھ کا ثابت ہے ہر اٹھنے اور جھکنے میں"

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے:

" مارا ازیں چارہ نیست کہ اقرار سنیت ہر دو فعل کنیم۔ آہ"

اور عصام بن یوسف بلخی حنفی ہو کر رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ طبقات قاری سے تراجم حنفیہ میں منقول ہے:

"وفى طبقات القارى عصام بن يوسف البلخى كان حنفيا روى عن ابن المبارك والثورى وشعبة وكان صاحب حديث يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الراس منه اه"

اور طبقات قاری میں ہے کہ عصام بن یوسف تھے حنفی روایت کیا ہے ابن المبارک اور ثوری اور شعبہ سے اور تھے محدث اٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں اپنے کو وقت رکوع اور وقت اٹھانے سر کے اس سے۔"

سوال

درمیان دونوں سجدوں کے اَللّٰھُمَّ[1] اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

[1] اے اللہ بخشش دے مجھ کو اور رحم کر مجھ پر اور آرام دے مجھ کو اور ہدایت دے مجھ کو اور روزی دے مجھ کو۔

جواب

جائز ہے۔ رد المحتار کے صفحہ ۵۲۷ میں ہے :۔

"اقول بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ اذ لو کان مکروھا لنھی عنہ کما ینھی عن القراءۃ فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنونا لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین خروجا من خلاف الامام احمد لابطالہ الصلوٰۃ بترکہ عامدا۔اھ

میں کہتا ہوں بلکہ اس میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ اللھم اغفرلی الخ پڑھنا مکروہ نہیں اس واسطے کہ اگر ہوتا مکروہ ہر آئینہ منع کیا جاتا پڑھنے سے اللھم اغفرلی الخ کے جیساکہ منع کیا جاتا ہے پڑھنے رکوع وسجود میں اور نہ ہونا اس کا مسنون نہیں منافی ہے جائز ہونے کو جیساکہ بسم اللہ پڑھنا درمیان فاتحہ اور سورۃ کے بلکہ سزوار ہے یہ کہ مندوب ہے دعاء ساتھ اللھم اغفرلی کے درمیان دونوں سجدوں کے واسطے نکلنے کے خلاف سے امام احمد کے واسطے باطل کرنے ان کی نماز کو بسبب چھوڑ دینے اللھم اغفرلی الخ کے جان بوجھ کر۔"

سوال

جلسۂ استراحت یعنی بعد دونوں سجدوں کے تھوڑا بیٹھ کر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہ

جواب

جائز ہے رد المحتار کے صفحہ ۵۲۸ میں ہے :۔

"والثانی الجلسۃ الخفیفۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الخلاف فی الافضل حتی لو فعل کما ھو مذھبنا لا باس بہ عند الشافعی ولو فعل کما ھو مذھبہ لا باس بہ عندنا کذا فی المحیط۔اھ

اور دوسرا جلسہ خفیفہ ہے کہا شمس الائمہ حلوانی نے خلاف افضل ہونے میں ہے یہاں تک کہ اگر نہ کیا جیساکہ وہ مذہب ہے ہمارا نہیں مضائقہ ہے ساتھ اس کے نزدیک شافعی کے اور

اگر کیا جیسا کہ وہ مذہب ہے ان کا نہیں مضائقہ ہے ساتھ اس کے نزدیک ہمارے اس طرح ہے محیط میں الخ"

اور بھی ردالمحتار میں ہے:۔

"وما ورد من انه صلی الله علیه وسلم اذا کان فی وتر لم ینهض حتی یستوی قاعدا فتشریع لبیان الجواز او عند کبر سنه اھ

اور وہ جو وارد ہے کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ بیچ طاق رکعت کے یعنی پہلی اور تیسری میں نہ کھڑے ہوتے یہاں تک کہ برابر ہوتے بیٹھ کر پس تشریع ہے واسطے بیان جواز کے یا وقت بڑھاپے کے۔ الخ"

اور بحرالرائق میں ہے:۔

"واما ما رواہ البخاری عن مالك بن الحویرث انه رأی النبی صلی الله علیه وآله وسلم یصلی اذا کان فی وتر من صلاته لم ینهض حتی یستوی قاعدا فمحمول علی حالة الکبر کما فی الهدایة ویرد علیه ان هذا الحمل یحتاج الی دلیل وقد قال علیه الصلٰوة والسلام لمالك بن الحویرث لما اراد ان یفارقه صلوا کما رایتمونی اصلی ولم یفصل فکان الحدیث حجة للشافعی فالاولی ان یحمل علی تعلیم الجواز هذا والله اعلم قال فی الفتاوی الظهیریة قال شمس الائمة الحلوانی ان الخلاف انما هو فی الافضلیة حتی لو فعل کما هو مذهب الشافعی لا باس به عندنا اھ

اور وہ جو روایت کیا ہے بخاری نے مالک بن حویرث سے یہ کہ دیکھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے تھے جب کہ ہوتے بیچ طاق نماز اپنی کے نہیں کھڑے ہوتے یہاں تک کہ برابر ہوتے بیٹھ کر پس محمول ہے اوپر حالت بڑھاپے کے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ وارد ہوتا ہے اعتراض اوپر اس کے یہ کہ بہ تحقیق بڑھاپے پر حمل کرنا محتاج ہے طرف دلیل کے حالانکہ بہ تحقیق

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مالک بن حویرث کے جس وقت ارادہ کیا اس نے کہ جدا ہو آپ سے کہ نماز پڑھتے رہنا جیسا کہ دیکھا تم لوگوں نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے اور نہیں تفصیل کی (کہ جلسہ بسبب بڑھاپے کے کرتا ہوں) پس ہوگی دلیل واسطے شافعی کے پس بہتر یہ ہے کہ عمل کیا جائے اوپر تعلیم جواز کے واللہ اعلم۔ کہا فتاوی ظہیریہ میں کہ کہا شمس الائمہ حلوانی نے کہ تحقیق خلاف افضلیت میں ہے یہاں تک کہ اگر کیا جلسہ جیسا کہ وہ مذہب شافعی کا ہے نہیں مضائقہ ہے ساتھ اس کے نزدیک ہمارے الخ"

مصباح الہدایہ شرح عوارف میں ہے "اگر دیگر بارہ برخواہد خاست از برائے جلسہ استراحت بنشیند آہ"

مدرسہ رحمانیہ — ایک تعلیمی و تربیتی مرکز

موجودہ دور میں دینی مدارس میں کتاب وسنت کی تعلیم کیساتھ عصری علوم کی جس شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، وہ اصحاب علم وبصیرت سے مخفی نہیں، اسی مقصد کے پیش نظر چند سال قبل علماء و ماہرین تعلیم کے گذشتہ ستر اسی سالہ اصلاحی تجاویز کی روشنی میں ایک تعلیمی وتربیتی منصوبہ تیار کیا گیا اور مدرسہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن لاہور میں اس کی ابتداء کی گئی، جس سے بفضلہ تعالیٰ دو سال کے قلیل عرصہ میں بہترین نتائج نکلے ہیں۔ امسال چار طلبہ نے دینی علم کے ساتھ مڈل کا امتحان اور تین نے میٹرک کا امتحان بورڈ سے دیا ہے۔ ہمارا مقصد ایسے علماء تیار کرنا ہے۔ جو کتاب وسنت کی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقاضاؤں کے مطابق پیش کر کے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات کے طور پر رائج کر سکیں۔

مدرسہ کے نصاب تعلیم میں تخفیف کیساتھ اس بات کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے کہ جملہ علوم کی تعلیم معیاری ہو، اس کے لئے علوم کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تعلیمی اوقات کی تین شفٹیں بنادی گئی ہیں یعنی دینی علوم (صبح ۳ گھنٹے) عربی علوم (دوپہر ۲ گھنٹے) عصری علوم (سہ پہر ۲ گھنٹے)، اسی طرح قابل کہنہ مشق، دینی اور دنیاوی علوم کے ماہر اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں

مندرجہ ذیل علماء مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی کے زیر نگرانی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
حافظ ثناء اللہ صاحب کلسوی فاضل مدنی، مولانا عبدالسلام صاحب کیلانی فاضل مدنی، شیخ مزمل احسن ایم اے بی ایڈ، مولانا لیاقت صاحب بی. ایس سی بی ایڈ
مولانا عبدالرحمن صابر فاضل عربی (او، ٹی) بی، اے، قاری عبدالخالق صاحب
دیندار محنتی طلبہ داخلہ کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

حافظ عبداللہ (ریڈی) مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن لاہور (۱۶)